Muhammad and the Bible

BY
Rev. W. Gold sack
1871-1957

حضرت محمد اور کتابِ مقدس

یعنی

اس دعویٰ کی تحقیق کہ توریت شریف اورانجیل شریف میں
آنحضرت کے متعلق پیشن گوئیاں پائی جاتی ہیں

مصنفہ

علامہ ڈبلیو۔ گولڈسیک صاحب

1955

www.muhammadanism.org/urdu
Urdu
March.27.2004

حضرت محمد اور کتابِ مقدس

بہت سے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے پیغمبر حضرت محمد صاحب کے حق میں توریت شریف اورانجیل شریف میں پیشینگوئیاں موجود ہیں اور بعض مسلمان مصنفین نے چند حوالے بھی کتاب مقدس سے پیش کئے ہیں جن کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان میں پیغمبر عرب کی بابت پیشینگوئیاں پائی جاتی ہے۔ محمد صاحب کی بابت پیشینگوئیاں کتاب مقدس میں تلاش کرنا خالی ازعلت نہیں ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے خیال کے مطابق حضرت محمد صاحب واقعی آخری اور سب سے بڑے نبی ہیں تو جس طرح سیدنا مسیح کی بابت یہودیوں کے صحیفوں میں پیشینگوئیاں مندرج ہیں اسی طرح ضرور صحائف انبیاء میں حضرت محمد صاحب اپنے اپ کواُمی نبی سے ملقب کرنا پسند کرتے تھے اور اگرچہ اس لفظ کے صحیح معنی پر اب تک لوگوں میں اختلاف ہے تو بھی اس بات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ آپ نے خود بھی موسوی اور مسیحی صحیفوں کو نہیں پڑھا تھا لیکن ساتھ ہی یہودیوں اور مسیحیوں میں سے ایسے نو مسلمانوں کی کوئی کمی نہیں تھی جنہوں نے حضرت محمد صاحب کو یہ یقین دلادیا کہ آپ نبی تھے اور آپ کی آمد کی پیشینگوئی کتاب مقدس میں نہایت واضح طور سے پائی جاتی تھی۔ یہودیوں کے اپنے مسیح کی انتظاری کے بیانات اور مسیحیوں کے مسیح کی دوسری آمد کے خیالات ملا کر ان لوگوں نے ایک آنے

والے نبی کے حق میں ایک عام دلیل بنائی جس کے یہودی اور مسیحی دونوں منتظر تھے اور جس کی بابت تمام صحیفوں میں پیشینگوئیاں درج ہیں۔ ان وجوہ کی موجودگی میں یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب نے اپنی نسبت قرآن میں یوں تحریر کردیا کہ: اس رسول کو جو نبی ہے امی جس کو پاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا توریت اورانجیل میں (سورہ اعراف ۵٦ آیت) اور پھر ایک جگہ اور بھی صریح الفاظ میں اپنی پیشینگوئیوں کا ذکر کیا ہے: کہ **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ** ترجمہ: یعنی اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے بنی اسرائیل! میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آئیگا مجھ سے پیچھے اس کا نام ہے احمد (سورہ صف ٦ آیت)

ان واقعات کی موجودگی میں مسلمانوں کے لئے یہ بالکل فطری وقدرتی بات ہے کہ عہد عتیق اور عہد جدید کے صحیفوں میں ان پیشینگوئیوں کو تلاش کریں جن کا حضرت محمد صاحب کو ۔۔۔۔یقین تھا کہ وہ ان صحیفوں میں مستتر تھیں ہماری غرض یہ ہے کہ ہم اس چھوٹے سے رسالہ میں کتاب مقدس کے ان خاص مقامات کا مطالعہ کریں جو اہل اسلام بطور حوالہ پیش کرتے ہیں اور جن میں پیشینگوئیوں کے ہونے کے دعوے دار ہیں اور ہمیں یہ دکھانا ہے کہ اس آیت میں بھی کسی ایسے سچے نبی کی بابت پیشینگوئی نہیں ہے جو سیدنا مسیح کے بعد آنے آگا۔

۱۔ استثنا کی کتاب ۱۸ باب ۱۵ سے ۲۱ آیت تک

حضرت محمد صاحب کے حق میں کتاب مقدس کا جو مقام اہلِ اسلام سب سے زیادہ پیش کرتے ہیں وہ استثنا کی کتاب کے ۱۸ باب کی ۱۵ آیت سے ۲۱ آیت تک ہے جہاں یوں لکھا ہے " خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا۔۔۔۔میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہیگا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہیگا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوگا۔"

مسلمان مناظرین یہ دکھانے کو کہ اس مندرجہ بالا عبارت میں حضرت محمد صاحب کے حق میں پیشینگوئی ہے ان الفاظ پر زور دیتے ہیں کہ " ان ہی کے بھائیوں میں سے " ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آنے والا نبی جس کی بابت یہاں پیشینگوئی ہے وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں میں سے برپا ہوگا اور ان سے مراد بنی اسماعیل ہیں جن سے حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے ۔اس لئے اس نبوت کا مصداق سوائے بنی اعظم عربی کے اور کوئی نہیں ہوسکتا نیز ان الفاظ پر بھی زور دیا جاتا ہے کہ " تجھ

سا " یعنی موسیٰ کی مانند وہ نبی برپا ہوگا چنانچہ بہت سی باتوں میں ان کے درمیان مشابہت بتائی جاتی ہے مثلاً دونوں نے شادی کی اوران کی اولاد ہوئی اور دونوں نے تلوار چلائی۔ مسیحیوں کو یاد دلایا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کام بھی مسیح نے نہیں کیا۔

"بھائیوں" سے بنی اسرائیل مراد ہیں

جب ہم مندرجہ بالاآیات کو اسلامی تاویل کی روشنی میں جانچتے ہیں تو یہ تاویل ایک بڑے مغالطہ پر مبنی معلوم ہوتی ہے۔ سوائے تعصب کے اور کوئی بات اس کے ماننے پر مجبور نہیں کرسکتی کہ " تیرے ہی بھائیوں میں سے " کے فقرہ سے غیر یہود مراد ہیں۔ کیونکہ یہ لفظ "بھائیوں " اسی استثنا کی کتاب میں برابر اس معنی میں مختلف مقامات میں استعمال ہوا ہے۔ اس قسم کے مقامات کے چند حوالوں سے صاف ظاہر ہوجائیگا کہ یہ دعویٰ کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں بالکل بے بنیاد ہے۔ استثنا کی کتاب کے ۱۷ ویں باب کی ۱۴ویں اور ۱۵ویں آیت میں " بھائیوں " کا لفظ صریحاً خود اسرائیلیوں کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے " جب تو اس ملک میں جسے خداوند تیرا خدا تجھ کو دیتا ہے پہنچ جائے اوراس پر قبضہ کرکے وہاں رہنے اورکہنے لگے کہ ان قوموں کی طرح جو میرے گرداگرد ہیں میں بھی کسی کو اپنا بادشاہ بناؤں توتو بہر حال فقط اسی کو اپنا بادشاہ بنانا جس کو خداوند تیرا خدا چن لے۔ تو اپنے بھائیوں میں سے ہی کسی کو اپنا بادشاہ بنانا اور پردیسی کو جو تیرا بھائی نہیں اپنے اوپر حاکم نہ کرلینا۔" ان آیتوں کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ سب کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ یہودیوں کا پہلا بادشاہ سموئیل نبی نے خود خدا کی ہدایت کے مطابق ممسوح کیا۔ وہ کوئی اسماعیلی نہیں بلکہ ساؤل بن قیس اسرائیل کے قبیلہ بنیمین میں سے تھا۔ یہ ۱ سموئیل دسویں باب کی ۲۰، ۲۱، ۲۴ویں آیت سے صاف ظاہر ہے چنانچہ یوں مرقوم ہے۔ "پس سموئیل اسرائیل کے سب قبیلوں کو نزدیک لایا اور قرعہ بنیمین کے قبیلہ کے نام پر نکلا۔ تب وہ بنیمین کے قبیلہ کو خاندان خاندان کرکے نزدیک لایا تو مصریوں کے خاندان کا نام نکلا اور پھر قیس کے بیٹے ساؤل کا نام نکلا۔۔۔۔ اورسموئیل نے ان لوگوں سے کہا تم اسے دیکھتے ہو جسے خداوند نے چن لیا کہ اس کی مانند سب لوگوں میں ایک بھی نہیں؟ تب سب لوگ للکار بول اٹھے کہ بادشاہ جیتا رہے ۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ " بھائیوں " کا اطلاق اسی قوم یعنی یہود پر آیا ہے۔

علاوہ بریں استثنا کی کتاب کے ۱۵ باب میں بھی یہ لفظ بالکل اسی معنی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ مرقوم ہے " اگر تیرا کوئی بھائی خواہ عبرانی مرد ہو یا عبرانی عورت تیرے ہاتھ بکے اور وہ چھ برس تک تیری خدمت کرے تو تو ساتویں سال اس کو آزاد ہو کرجانے دینا۔"(۱۲ ویں آیت)پھر احبار کی کتاب کے ۲۵ویں باب کی ۴۶ویں آیت میں لکھاہے کہ "لیکن بنی اسرائیل جو تمہارے بھائی ہیں ان میں سے کسی پر تم سختی سے حکمرانی نہ کرنا۔" ان

مقامات سے اوران کی مانند بہت سی دیگر عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ جب
خدانے حضرت موسیٰ کو فرمایا کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے ایک
نبی برپا کرونگا تو اس سے عرب کا قبیلہ قریش مراد نہیں تھا بلکہ خود بنی اسرائیل
جو تمہارے بھائی ہیں ان میں سے کسی پر تم سختی سے حکمرانی نہ کرنا۔" ان
مقامات سے اور ان کی مانند بہت سی دیگر عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ جب
خدانے حضرت موسیٰ کو فرمایا کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے ایک
نبی برپا کرونگا تو اس سے عرب کا قبیلہ قریش مراد نہیں تھا بلکہ خود بنی اسرائیل
ہی مراد تھے اور یہ بات ایسی صاف اور واضح ہے کہ اس کو راز تعصب پر حیرت
ہوتی ہے جو اس کے خلاف تاویل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

مسلم مناظرین کی یہ غلطی اور بھی تاویل عفو نہیں ہے کیونکہ خود ان
کے اپنے قرآن شریف میں یہ لفظ " بھائی" اسی معنی میں استعمال ہوا ہے
چنانچہ سورہ اعراف کی ۸۴ ویں آیت میں یوں مرقوم ہے " **وَإِلَى مَدْيَنَ
أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ** " ترجمہ یعنی اورمدین کو بھیجا ان کا بھائی
شعیب بولا اے میری قوم ۔ قرآن شریف کی اس آیت میں شعیب اپنے قبیلہ
کو" اے میری قوم " کے الفاظ سے خطاب کررہے ہیں اور پھر بھی خدا کہہ رہا
ہے کہ ہم نے مدین کے پاس ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس آیت پر زیادہ
لکھنا فضول ہے کیونکہ الفاظ سے خود ظاہر ہے کہ لفظ" بھائی "سے یہاں خود اپنی
قوم مراد ہے اسلامی دلیل کے مطابق تو لفظ " بھائیوں" سے ادومی مراد ہونگے

اس لفظ "بھائیوں" کے متعلق ایک اور بات پر غور کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ
اگرہم بفرض محال یہ مان بھی لیں کہ استثنا کے ۱۸ ویں باب میں " بھائیوں"
کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے جس میں اہل اسلام پیش کرتے ہیں تو بھی
حضرت محمد صاحب اس سے خارج رہ جاتے ہیں کیونکہ یادرہے کہ اسماعیل
اسرائیل کے بھائی نہیں بلکہ چچا تھے ۔اسرائیل یعنی یعقوب کے بھائی عیسو
تھے۔ یہ پیدائش کی کتاب کے ۲۵ ویں باب کی ۲۴ ویں آیت سے ۲۶ ویں
آیت تک کی عبارت سے صاف ظاہر ہے " اور جب اس کے وضع حمل کے
دن پورے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں توام ہیں اور پہلا جو پیدا
ہوا تو سرخ تھا اور اوپر سے ایسا جیسے پشمینہ اور انہوں نے اس کا نام عیسو رکھا اس
کے بعد اس کا بھائی پیدا ہوا اور اس کا ہاتھ عیسو کی ایڑی کو پکڑے ہوئے تھا اور
اس کا نام یعقوب رکھا گیا۔" لہذا مسلمانوں کی تاویل کے مطابق اسی نبی کو
معہود کو بنی اسماعیل سے نہیں بلکہ ادومیوں میں سے ہونا چاہیے اور کتاب مقدس
کے الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے " تو کسی ادومی سے نفرت نہ
رکھنا کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے۔"(استثنا ۲۳ باب ۷آیت) ۔

" تجھ سے یا تیری مانند" سے مراد روحانی اور منصبی مشابہت ہے

اس پیشینگوئی کے الفاظ کے مطابق کہ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سے ایک نبی برپا کروں گا۔" مسلمانوں کا حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صاحب کے درمیان مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کرنا بھی لایعنی ہے۔ یہاں جس مشابہت کی طرف اشارہ ہے وہ کوئی جسمانی مشابہت نہیں ہے بلکہ روحانی اور منصبی مشابہت ہے مسلمان جو جسمانی مشابہت پر زور دیتے ہیں ان کو ان مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس مشابہت کو ماننے سے پیش آتی ہیں مثلاً اہل اسلام کو فخر ہے کہ حضرت محمد صاحب اُمی نبی تھے جس کا مطلب ان کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لیکن کتاب مقدس میں موسیٰ کی بابت لکھا ہے کہ " موسیٰ نے مصریوں کے تمام علوم کی تعلیم پائی "(اعمال ساتواں باب ۲۲ویں آیت)۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس بات میں مشابہت دکھانے میں نہایت دقت پیش آئے گی۔

پھر قرآن شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بہت سے معجزے دکھائے چنانچہ مرقوم ہے کہ لقد جاء کمہ موسئے بالبیفت یعنی تحقیق آیات موسیٰ تمہارے پاس نشانیاں لے کر۔ لیکن خود قرآن شریف کی شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد صاحب نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا چنانچہ یوں مرقوم ہے " إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ یعنی نشانیاں تو اللہ کے اختیار میں ہیں اور میں تو صاف صاف آگاہ کرنے والاہوں (سورۃ العنکبوت ۴۹ویں آیت) پھر سورہ بنی اسرائیل کی ۶۱ویں آیت میں مرقوم ہے " وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالآيَاتِ إِلاَّ أَن كَذَّبَ بِهَا الأَوَّلُونَ یعنی اے محمد ہم کو کسی بات نے نہیں روکا کہ تجھے معجزات کے ساتھ بھیجتے سوا اس کے کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا۔

اگر اس قسم کی شخصی مشابہت پر اصرار کیا جائے تو پھر یہ دکھانے میں نہایت دقت پیش آئیگی کہ کس لحاظ سے حضرت محمد صاحب کو موسیٰ کی مانند کہا جاسکتا ہے؟ یہ کہنا کہ دونوں نے شادیاں کیں اور تلوار چلائی بہت کم اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی طرح تو جھوٹے نبی مسیلمہ اور دوسرے کذاب نبیوں نے بھی یہی کیا۔ یہ بشارت اس نبی کے لئے ہے جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جانے کو تھا۔ لیکن اس پیشینگوئی کے متعلق ایک اور بات پر غور کرنا ضروری ہے۔ اس باب مذکورہ کی ۱۵ویں آیت میں لکھا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ "تیرے لئے " یعنی بنی اسرائیل کے لئےوہ نبی مبعوث ہوگا۔ اب خوب واضح ہے کہ حضرت محمد صاحب نے ایک خاص معنی میں یہودیوں کے لئے نہیں بلکہ عربوں کے لئے اپنے آپ کو پیغمبر بتایا چنانچہ سورہ توبہ میں مرقوم ہے کہ " یعنی آیا ہے کہ تم پاس رسول تمہارے میں کا (۹۱ویں آیت) اور پھر سورہ ابراہیم کی چوتھی آیت میں لکھا ہے کہ " وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ

بِلِسَانِ قَوْمِهِ اور کوئی نہیں رسول بھیجا ہم نے مگر بولی بولتا اپنی قوم کی۔ پھر سورہ قصص کی ۶ ۴ھویں آیت میں یوں مندرج ہے " وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ یعنی اور تو نہ تھا طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ مہر ہے تیرے رب کی کہ تو ڈر سنادے ان لوگوں کو جن پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے۔ جب ناظرین مذکورہ بالا تینوں آیات قرآنی کا بغور مطالعہ کرینگے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ یہ دعویٰ کس قدر سچائی سے بعید ہے کہ حضرت محمد صاحب اس بشارت کے مصداق ہیں جس کے مطابق " تیرے لئے " یعنی یہودیوں کے لئے نبی کا برپا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد صاحب عبرانی سے ناواقف تھے اور مشہور مشکوٰۃ المصابیح کی کتاب الاداب میں بیان ہے کہ حضرت محمد صاحب نے اپنے کاتب زید کو عبرانی سیکھنے کی ہدایت کی تاکہ یہودیوں کے ساتھ خط و کتابت کرسکیں۔ اگر حضرت محمد صاحب ایسے لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے جن میں آپ سے پہلے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تو آپ یہودیوں کے لئے ہرگز مبعوث نہیں ہوئے تھے کیونکہ خود قرآن شریف کی شہادت کے مطابق ان میں پیغمبروں کا طویل سلسلہ جاری رہ چکا تھا۔ یہ دو پُرمعنی الفاظ " تیرے لئے " اس دعویٰ کی تردید کو کافی ہیں کہ حوالہ زیر بحث میں حضرت محمد صاحب کے لئے پیشینگوئی ہے۔ اس آیت کا صریح مطلب یہ ہے کہ اس بشارت سے مراد سیدنا مسیح ہیں جو ایک خاص معنی میں یہودیوں کے لئے بھیجے گئے جیسا کہ خود مسیح نے ان الفاظ میں دعویٰ کیا ہے " میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا "(متی ۱۵ باب ۲۴ آیت) ۔

اس بشارت کے مطابق یہ نبی یہودیوں میں سے برپا ہونے والا تھا

استثنا کا حوالہ صاف طور سے بتاتا ہے کہ نبی معہود یہودیوں کے " درمیان سے " برپا ہونے کو تھا۔ یہ بشارت کسی معنی میں بھی حضرت محمد صاحب پر صادق نہیں آسکتی کیونکہ وہ یہودیہ میں نہیں بلکہ سینکڑوں میل کے فاصلہ پر مکہ میں عرب کے بُت پرستوں کے درمیان پیدا ہوئے ۔ برعکس اس کے اس پیشینگوئی میں مسیح کی بابت بشارت ہے کیونکہ وہ داؤد کے شہر بیت لحم میں پیدا ہوا اور تمام عمر ان کے درمیان رہا جن میں مرسل ہو کر آیا تھا ۔ مسیح بالکل لفظی معنی میں بنی اسرائیل کے " درمیان سے " برپا ہوا اور موسیٰ کی اس عجیب پیشینگوئی کی ہر بات اس میں پوری ہوئی ۔ اس کا سب سے بڑا کام اپنے لوگوں کو گناہ کی غلامی سے مخلصی بخشنا تھا ۔ ٹھیک جس طرح موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی کے جوئے سے بچایا تھا اور عین جس طرح موسیٰ نے اسرائیل کی نافرمانی کے سبب سے خدا سے سفارش کی تھی اسی طرح اب مسیح بھی اپنے لوگوں کے لئے بڑا شفیع بن کر خدا تعالیٰ کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔

انجیل میں یہ پیشینگوئی سیدنا عیسیٰ مسیح کے حق میں دکھائی گئی ہے

آخری بات اس بشارت کے متعلق یہ ہے کہ کلام الہٰی یعنی انجیل مقدس میں یہ صاف طور سے بتایا گیاہے کہ موسیٰ کی یہ پیشینگوئی سیدنا عیسیٰ مسیح کے حق میں ہے ۔چنانچہ اعمال کی کتاب میں لکھاہے ۔" موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنیگا وہ امت میں سے نیست ونابود کردیا جائیگا بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبردی ہے ۔ تم نبیوں کی اولاد اوراس عہد کے شریک ہوجو خدا نے تمہارے باپ دادا سے باندھا جب ابراہیم سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے ۔ خدا نے اپنے خادم کو اٹھا کرپہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہرایک کو اس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے۔"(اعمال ۳باب ۲۲ ۲۶آیت) اس کے علاوہ خود سیدنا مسیح نے ایک موقع پر قطعی طور سے ان الفاظ میں کہا کہ" اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھاہے " (یوحنا ۵ ۴۶آیت)۔ پس اب نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ استثنا کے اٹھارھویں باب کی بشارت سوائے عیسیٰ ابنِ مریم کے اور کسی کے لئے نہیں ہے اور ہر زمانہ میں یہ الہٰی پیغام لوگوں کو آگاہ کرتا رہا ہے کہ " جو کوئی میری باتوں کو جووہ میرے نام سے کہیگا نہ سنیگا تومیں اس کا حساب اس سے لونگا۔"

(۲-) استثنا باب ۳۳آیت ۲

کتاب مقدس کا دوسرا مقام جو اہل اسلام حضرت محمد کے حق میں پیشینگوئی کے متعلق پیش کرتے ہیں وہ استثنا کی کتاب کے ۳۳ باب کی ۲ آیت ہے جس میں یوں مرقوم ہے " خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔" اس آیت کے متعلق مسلم مناظرین یوں لکھتے ہیں کہ " مذکورہ بالا حوالہ تین حصوں میں تقسیم کیاجاسکتا ہے ۔ پہلے حصہ کے الفاظ کہ " خداوند سینا سے آیا ان ہیبت ناک قدرت کے کاموں میں جو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے ہوئے اور اس مذہب میں جس کی تبلیغ حضرت موسیٰ نے کی پورے ہوئے ہیں اور دوسرے حصہ کے الفاظ کہ " شعیر سے ان پر آشکارا ہوا" حضرت نے عیسیٰ میں اوراس انجیل میں جس کی آپ نے منادی کی پایہ تکمیل کو پہنچے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے خادم کی زبانی ایک آنے والے واقعہ کا ذکر کرتا ہے اور اس تیسرے حصہ کے یہ الفاظ کہ " وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا" عجیب اور لفظی طور پر حضرت محمد پورے ہوتے ہیں۔

(دیکھو بائبل محمد۔ مطبوعہ کلکتہ ۱۳۲۰ھ صفحہ ۱۷)

فاران اپنی جغرافیائی حالت کے اعتبار سے محمد صاحب اور سیدنا مسیح کی بشارت کا موضوع نہیں ہوسکتا

اگر یہ مسلمان مصنف جس نے مذکورہ بالا عبارت کو لکھاہے اس بیابان کے جغرافیہ کا مطالعہ کرلیتا جس میں بنی اسرائیل مصر سے نکل کر کنعان کے ملک موعود کی طرف جاتے وقت گردش کرتے رہے اور کم از کم سرسری طور پر قدیم دنیا کے اس حصہ کا نقشہ بھی دیکھ لیتا تو ذی فہم لوگوں میں اپنی ہنسی کرانے سے بچ جاتا۔ اس خطہ ارض کے خاکہ پر نظر ڈالتے ہی معلوم ہوجائیگا کہ سینا۔ شعیر اور فاران جزیرہ نمائے سینا کے تین پہاڑ ہیں جو فلسطین اور بحیرہ احمر کے درمیان آس پاس واقع ہیں۔ اس حوالہ مذکورہ میں حضرت موسیٰ اور سیدنا مسیح اور حضرت محمد صاحب کے حق میں بشارت نکالنا نہ صرف خیالی اور جغرافیائی اعتبار سے غلط ہے بلکہ اس مقام کے اصل مطلب سے بھی گریز کرنا ہے جس میں کسی نبی کی طرف ذرا بھی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اس آیت میں گذشتہ تواریخی واقعات کی طرف اشارہ ہے اور اس میں بنی اسرائیل کو اس الہیٰ جلال اور قدرت کے عجیب اظہار کی یاد دلائی گئی ہے جو انہوں نے بیابان میں مسافرت کے دوران میں مختلف مقامات پر دیکھا تھا۔ ناظرین عبارات ذیل سے اس آیت کا مقابلہ کرکے اس کی تصدیق کرسکتے ہیں خروج کی کتاب ۱۹ باب گنتی کی کتاب ۱۳، ۱۴ اور ۱۶ باب۔

کسی ایک لفظ یا آیت کو مسیحی صحیفوں میں سے لے کر اسے اصل عبارت سے بالکل جدا کرکے اس کی خالی تاویل کرنا ایسی سخت غلطی ہے جو مسلمان مناظرین برابر کیا کرتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتاہے کہ ان کو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ان ناموں اور جگھوں کے حوالوں کو کتاب مقدس کے ان دوسرے مقامات میں بھی دیکھ لیں جن سے شاید سوالات زیر بحث پر کچھ روشنی پڑے۔ اب اس آیت سے جوفی الحال زیر نظر ہے معلوم ہوجائیگا کہ اس کا نتیجہ بالکل غلط نکلتا ہے۔اگر " بائبلے محمد" کے مصنف جناب ادھو میاں کتاب مقدس میں ان بہت سے مقامات کا مطالعہ کرلیتے جن میں شعیر اور فاران دونوں کا ذکر آیا ہے تو ہر گز ایسی بیوقوفی نہ کرتے کہ ان پہاڑوں سے سیدنا مسیح اور حضرت محمد صاحب کی رسالت کی بشارت مرادلیتے۔ اس خطہ ملک کے جغرافیہ کے مطالعہ سے صاف ظاہرہے کہ مسیح نے "شعیر کا سفر ہرگز نہیں کیا اور حضرت محمد صاحب کو فاران کا کچھ علم نہ تھا۔اصل واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں جبلِ شعیر ادومیوں کا ملک تھا اور بحر مردار کے جنوب میں کچھ فاصلہ پر یہ پہاڑ واقع ہے۔ پیدائش کی کتاب ۳۲ باب کی ۱۳ آیت سے یہ بخوبی ظاہر ہے جہاں یوں لکھاہے کہ اور "یعقوب نے اپنے آگے آگے قاصدوں کو ادوم کے ملک کو جو شعیر کی سر زمین میں ہے اپنے بھائی عیسو کے پاس بھیجا اور" یہی بات پیدائش کے ۳۶ باب کی ۸، ۹ آیتوں سے اور بھی زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔" پس عیسو

جسے ادوم بھی کہتے ہیں۔ کوہ شعیر میں رہنے لگا اور عیسو کا جو کوہ شعیر کے ادومیوں کا باپ ہے یہ نسب نامہ ہے۔

علاوہ بریں بیابان میں بنی اسرائیل کی مسافرت کے احوال کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ملک کنعان میں بنانے کے لئے ادومیوں کے درمیان سے ہو کر گذرنا ضرور تھا۔ چنانچہ لکھا ہے تب موسیٰ نے قادس سے ادوم کے بادشاہ کے پاس ایلچی روانہ کئے اور کہلا بھیجا کہ تیرا بھائی اسرائیل یہ عرض کرتا ہے کہ تو ہماری سب مصیبتوں سے جو ہم پر آئیں واقف ہے۔۔۔۔۔۔۔ سو ہم کو اپنے ملک میں سے ہو کر جانے کی اجازت دے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاہ ادوم نے کہلا بھیجا کہ تو میرے ملک سے ہو کر جانے نہیں پائیگا۔ ورنہ میں تلوار لے کر تیرا مقابلہ کرونگا ۔(گنتی ۲۰ باب ، ۱۴ ، ۱۷ ، ۱۸ آیتیں)اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مصر سے نکل کر مسافرت کرتے وقت ادومیوں کی سرزمین میں اوراسی طرح کوہِ شعیر کنعان پہنچنے سے پیشتر راستہ میں تھے۔

علاوہ بریں استثنا کی کتاب کے پہلے باب کی دوسری آیت میں یو مرقوم ہے کہ " کوہ شعیر کی راہ سے حورب سے قادس برینیع تک گیارہ دن کی منزل ہے۔"اب اس حوالہ سے یہ بات اور بھی مستحکم ہوجاتی ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ جب شعیر حورب اور قادس برنیع کے درمیان واقع ہے اور یہ دونوں آخر الذکر مقامات بحرمردار کے جنوب میں ہیں۔ اب ناظرین پر اس مسئلہ کی خرافات بخوبی واضح ہیں اور حیرت تو یہ ہے کہ بہتیرے مشہور مسلمان مصنفوں نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے کہ لفظ جبل شعیر کا علاقہ سیدنا مسیح کی رسالت سے ہے۔ چنانچہ ایک اور مسلمان مصنف رقمطراز ہے کہ " شعیر ملک شام کے ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر مسیح جایا کرتے تھے اورجہاں آپ کو فرشتوں کی معرفت انجیل کے متعلق احکام ملے " (پروف آف پروفٹ محمد فروم دی بائبل مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۲) ہم کو معلوم ہے کہ مسیح بیت لحم میں پیدا ہوا ہے اور شمالی صوبہ گلیل کے شہر ناصرت میں پرورش پائی اور تمام عمر اپنے آبائی ملک میں لگوں کو تعلیم دیتا رہا۔ مسیح کا ادوم میں ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ برعکس اس کے حزقئیل نبی نے صاف طور پر بتادیاہے کہ اہل ادوم یعنی جبرئیل شعیر کے باشندے یہودیوں کے سخت مخالف تھے۔ اس نبی کی کتاب کے ۳۵ باب میں ان کے شہر کی تباہی کی پیشینگوئی نہایت ہی صفائی سے درج ہے۔ لہذا یہ دعویٰ کہ یہ الفاظ " وہ شعیر سے ان پر آشکاراہوا" سیدنا مسیح میں اورانجیل میں جس کی آپ نے منادی کی پورے ہوتے ہیں بالکل بے بنیاد ہے اور عقل اور کتاب سے بالکل اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہ نہایت افسوس ناک بات ہے کہ مصنفین مذکورہ فاران کی جغرافیائی حالت سے بھی ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے جبل شعیر سے۔ حضرت محمد صاحب کا فاران میں پیدا ہونا یا ان کا وہاں رہنا تو دور کی بات ہے لیکن برعکس اس کے کافی ثبوت موجود ہے کہ جبل فاران مکہ سے جوکہ حضرت محمد صاحب کا مسلمہ پیدائشی مقام ہے جنوب کو پانچ سومیل کے فاصلے پر واقع ہے اور نہ صحیفہ میں

اور نہ تواریخ میں کوئی ایسی بات ہے جس سے پیغمبر اسلام کا کوئی بھی علاقہ جبل فاران سے ہونا ثابت ہوسکے۔ فاران کے متعلق کتاب مقدس کی عبارت کو دیکھنے سے یہ بات اور بھی صریح طور پر واضح ہوجائیگی۔ اصل بات یہ ہے کہ فاران سینا کے شمال میں ایک پہاڑ تھا جیسا کہ کتاب مقدس کے اس مقام سے ظاہر ہے کہ " تب بنی اسرائیل دشتِ سینا سے کوچ کرکے نکلے اَور وُہ اَبر دشت فاران میں ٹھہر گیا" (گنتی ۱۰ باب ۱۲ آیت)علاوہ بریں نہایت صفائی کےساتھ بیان ہوا ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے سفر کرکے کنعان کے جنوبی حصہ کے قریب پہنچے تو موسیٰ نے " دشت فاران" سے وعدے کی سرزمین میں مخبری کے لئے چند جاسوس بھیجے۔ چنانچہ یوں مرقوم ہے " اس کے بعد وہ لوگ حصیرات سے روانہ ہوئے اور دشتِ فاران میں پہنچ کر انہوں نے ڈیرے ڈالے۔۔۔۔۔۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا تو آدمیوں کو بھیج کر وہ ملک کنعان کا جو میں بنی اسرائیل کو دیتا ہوں حال دریافت کریں (گنتی باب ۱۲: ۱۶)آیت سے باب ۱۳ ۱، ۲آیت) ان جاسوسوں کا واپس آنا خدا کے جلال کے ظاہر ہونے کاایک خاص موقع تھا۔ چنانچہ لکھاہے کہ " اس وقت خیمہ اجتماع میں سب بنی اسرائیل کے سامنے خداوند کاجلال نمایاں ہوا" (گنتی باب ۱۴ ۱۰ آیت)۔ اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ ان الفاظ سے کہ " فاران ہی کے پہاڑ سے وہ آشکارا ہوا" کوئی بھی اشارہ اس کی ذات کی طرف پایا جاتا ہے جومکہ میں فاران سے پانچ سو میل کے فاصلہ پر جنوب کی طرف پیدا ہوا؟ یا اس سے خدا کا وہ خاص جلال مراد ہے جو بنی اسرائیل پر فاران میں بموجب تحریر مذکورہ نمایاں ہوا؟

(۳۔)پینتالیسواں(۴۵)زبور

چند مسلمان مصنفین دعویٰ کرتے ہیں کہ ۴۵ زبور میں حضرت محمد صاحب کے حق میں بشارت ہے اور وہ خاص کر تیسری چوتھی اور پانچویں آیت اس زبور کی پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں حضرت محمد صاحب کا صریح ذکر موجود ہے چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں" اے زبردست! تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت وشوکت ہے اپنی کمر سے حمائل کر۔ اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان وشوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔"

اس زبور میں ایک الہیٰ ہستی کا ذکر ہے

اگر ناظرین اس تمام زبور کو جس میں یہ آیتیں پائی جاتی ہیں غور سے پڑھیں گے تو ان کو معلوم ہوجائے گا کہ اس میں حضرت محمد صاحب کا کوئی ذکر نہیں ہے غالباً اس میں پہلے سلیمان بادشاہ کے ایک غیر ملکی شاہزادی کے ساتھ شادی کرنے کی طرف اشارہ ہے اور اس شادی کا ذکر سلاطین کی پہلی کتاب میں موجود ہے چنانچہ لکھاہے کہ " اور سلیمان نے مصر کے بادشاہ فرعون سے

رشتہ داری کی اور فرعون کی بیٹی بیاہ لی اور جب تک اپنا محل اور خداوند کا گھر اور یروشلیم کے چوگرد دیوار نہ بنا چکا اسے داؤد کے شہر میں لا رکھا (۱ سلاطین ۳ باب ۱)۔ لیکن اگر غور کے ساتھ اس زبور کا مطالعہ کیا جائے ۔ تو ظاہر ہوگا کہ اس کا مطلب اور بھی گہرا ہے اور ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ ہے جو سلیمان سے بہت بزرگ و برتر ہے اور جس میں پر اسرار طور سے الوہیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ چھٹی آیت میں جسے مسلمان مصنفین اقتباس کرتے وقت بڑی احتیاط سے چھوڑدیتے ہیں اس شخص کو یوں خطاب کیا ہے" تیرا تخت اے خدا ابدلآباد ہے" صرف یہی آیت مسلمانوں کے دعویٰ کی بے بنیادی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب نے کبھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

انجیل میں اس زبور کا حوالہ مسیح کے حق میں پیش کیا گیا ہے

برعکس اس کے انجیل میں بڑی صفائی کے ساتھ یہ زبور سیدنا عیسیٰ مسیح کی شان میں استعمال ہوا ہے جس کی تعظیم مسلمان کلام اللہ وروح اللہ کے خطابوں سے کرتے ہیں ۔ چنانچہ یوں مرقوم ہے ۔" مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے کہ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد رہیگا۔ (عبرانیوں ۱ باب ۸)۔ خدا کے کلام کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ زبور مسیح کی شان میں ہے اور دلہن سے مسیحی کلیسیا مراد ہے اور یہ خیال کہ مسیحی کلیسیا مسیح کی دلہن سے پاک نوشتوں میں بار بار پایا جاتا ہے اور اس سے زبور زیر بحث کے متعلق جو ہماری رائے ہے اس کی اور بھی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ پولوس رسول کرنتھیوں کی کلیسیا کو لکھتے وقت کہتا ہے " میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے تا کہ تم کو پاک دامن کنواری کی مانند مسیح کے پاس حاضر کروں " (۲ کرنتھیوں ۱۱ باب ۲) اوراسی طرح یوحنا رسول اپنی رویا قلمبند کرتے ہوئے لکھتا ہے " پھر میں نے شہر مقدس نئے یروشلیم کو آسمان پر سے خدا کے پاس اترتے دیکھا اور وہ اس دلہن کی مانند آراستہ تھا جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو۔" (مکاشفہ ۲۱ باب ۲)۔

مسلمان مناظرین اس زبور میں " تلوار" اور " تیر " کے ذکر سے حجت پیش کرتے ہیں کہ یہ مسیح کے حق میں نہیں ہے اور پھر فخر کے ساتھ پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت عیسیٰ بھی کبھی جنگی سپاہی تھے گویا اسی بات پر زبور کی بشارت کے مسیحی یا محمدی ہونے کا دارومدار ہے۔ ان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ لفظ تلوار روحانی معنے بھی استعمال ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسی معنی میں یہ لفظ انجیل میں استعمال ہوا بھی ہے چنانچہ پولوس رسول اپنے مسیحی نومریدوں کو " اس دنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی ان روحانی فوجوں سے جو آسمانی مقاموں میں ہیں " جنگ کی ترغیب دیتا ہوا کہتا ہے کہ " روح کی تلوار جو خدا کا کلام ہے لے لو" (افسیوں ٦ باب ١٧)اور جس خوبی کے ساتھ سیدنا مسیح نے

اس روح کی تلوار کا استعمال کیاوہ شیطان سے آزمائے جانے کے اس بیان سے ظاہر ہے جو متی کی انجیل کے چوتھے باب میں مرقوم ہے جہاں شیطان کی ہر آزمائش کا جواب مسیح نے الہیٰ نوشتہ سے دیا اور یوں اس کے ہر حملہ کو روکا۔

(۴۔) غزل الغزلات ۵ باب ۱۰ سے ۱۶ آیت

غزل الغزلات کے پانچویں باب کی ۱۰ ویں آیت سے ۱۶ ویں آیت تک بطور بشارت محمدی کے مسلمان پیش کرتے ہیں ۔ یہ عبارت یوں ہے " میرا محبوب سرخ وسفید ہے ۔وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ درپیچ اور کوے سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جودودھ میں نہا کر لبِ دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرد ہے۔ اس کا منہ ازبس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔اے یروشلیم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب ہے۔ یہ ہے میرا پیارا۔

اب تعجب ہے کہ ایک بنگالی زبان کی کتاب " بائبلے محمد" کا مسلمان مصنف اس عبارت مذکورہ کے متعلق یوں لکھتاہے " اگرچہ حضرت سلیمان دانانے شخص موصوف کی تعریف شاعرانہ پیرایہ میں کی ہے تو بھی پورا بیان آخری نبی کے نوراور حسن وجمال کے بالکل مطابق ہے۔ یہی نہیں بلکہ عبارت مرقومہ کے آخری جملہ میں حضرت سلیمان نے روح القدس کی تحریف سے اپنے اس محبوب کا نام بھی بتادیا کہ وہ محمد ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ آج کل کی مروجہ بائبل میں عبرانی لفظ " محمدیم" کا جو ترجمہ درج ہے وہ بسبب لاعلمی کے ہے یافریب دینے کے لئے ۔ انگریزی میں لفظ" محمدیم" کا ترجمہ لوَلِیہے۔ اگر یہ غلط ہے چاہیے تھا کہ انگریزی میں اس کا ترجمہ معزز یا محمود کیا جاتا ۔ ہماری رائے میں مناسب تو یہ تھا کہ اس کا ترجمہ بالکل کیا ہی نہ جاتا" (بائبلے محمد صفحہ ۱۸، ۱۹)۔

یہ عبارت خدا اوراس کے لوگوں کی باہمی محبت کو ظاہر کرتی ہے

اس مسلمان مصنف کی مذکورہ بالا عبارت میں جو جہالت دکھائی گئی ہے ہم کو اس کے جواب میں یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کتاب مقدس کی ان آیات زیر بحث میں حضرت محمد صاحب کا کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ غزل الغزلات استعارہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اس میں ایک اعلیٰ شاعرانہ رنگ میں اس محبت کے رشتہ دار کا ذکر ہے جو خدااورخدا کے برگزیدوں کے درمیان ہے اور یہ مذکورہ بالا عبارت اس بیان کا صرف ایک

حصہ ہے۔ کتاب "بائبلے محمد" کے مصنف نے عبارت کے سلسلہ کو چھوڑ کر
صرف لفظ "محمدیم" لے کر یہ حجت قائم کرنا چاہا ہے کہ یہ ایک ذاتی نام ہے
اوراس سے مراد حضرت محمد صاحب ہیں ! دراصل یہ لفظ علم یعنی کوئی خاص
نام نہیں ہے اور نہ اس کا ترجمہ محمد ہے۔ یہ اسم نکرہ ہے اور اس کا اسم مشترک
ہونا اس سے ظاہر ہے کہ یہ بطور واحد کے نہیں بلکہ جمع کے صیغہ میں استعمال
ہوا ہے اوراکثر کتاب مقدس میں چیزوں اور لوگوں دونوں کے لئے پایا جاتا
ہے۔ ہم یہ دکھانے کے لئے یہ لفظ نہ اسم خاص ہے اور نہ اس کے معنی محمد ہیں
چند حوالے پیش کرتے ہیں جہاں یہ لفظ آیا ہے اور اس دعوےٰ مذکورہ کا پتہ لگ
جائے گا۔ اگرناظرین حزقیل نبی کی کتاب کے ۲۴ویں باب کی ۱۶ ویں آیت
پڑھینگے تویوں لکھا پائینگے " اے آدم زاد دیکھ میں تیری منظور نظر (محمدیم)
کوایک ہی ضرب میں تجھ سے جدا کرونگا۔لیکن تو نہ ماتم کرنا اور نہ رونا۔ اور نہ آنسو
بہانا۔" پھر اسی باب کی ۱۸ ویں آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حزقیل نبی کی
منظور نظر سے مراد اس کی بیوی ہے جسے خدا نے وفات دی ۔ کیا یہاں بھی یہی
دلیل پیش کی جائے گی کہ چونکہ اس باب مذکورہ کی سولھویں آیت میں عبرانی
لفظ " محمدیم" ہے اس لئے یہ بھی بشارت محمدی ہے !

علاوہ بریں اسی طرح پہلے سلاطین کے بیس باب کی چھٹی آیت میں
چیزیں ہیں چنانچہ لکھا ہے " لیکن اب میں کل اسی وقت اپنے خادموں کو
تیرے پاس بھیجونگا سووہ تیرے گھر اور تیرے خادموں کے گھروں کی تلاشی
لینگے اور جو کچھ تیری نگاہ میں نفیس (محمدیم) ہوگا وہ اسے اپنے قبضہ میں کرکے
لے آئینگے۔" پوری عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ارام کے بادشاہ بن ہدد
کا ذکر ہے جس نے شاہ اسرائیل کے پاس قاصد بھیج کر دھمکی دی کہ وہ اسرائیل
کے گھروں کی تمام چیزیں جوان کی نگاہ میں نفیس ہیں لوٹ لے جائیگا اب ہم
پوچھتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ دلیل پیش کی جاسکتی ہے کہ چونکہ یہاں
عبرانی لفظ محمدیم آیا ہے اس لئے یہ بشارت محمدی ہے؟ عبارت کے سلسلہ
کے علاوہ جس سے مطلب صاف ظاہر ہوتا ہے کیا تواریخ سے کہیں بھی اس بات
کا پتہ لگتا ہے کہ کسی غیر ملکی بادشاہ نے حضرت محمد صاحب کو قید کیا اوران کو
بطور اسیر غیر ملک میں لے گیا؟ غرضیکہ مسلمان مصنف کی سب باتیں مہمل
ہیں اوران سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ بغیر عبرانی کا علم حاصل کئے
چند عبرانی الفاظ کے معنوں کے ذریعہ سے دلیل نکالنے کی جرات کرتے ہیں وہ
اپنے علمی افلاس کا ثبوت دیتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ساری دلیل ہی طفلانہ
ہے اور قابل توجہ نہیں ۔ اگر لفظ محمدیم اور لفظ محمد میں مشابہت ہونے کے
سبب سے حضرت محمد صاحب کے لئے بشارت سمجھی جاتی ہے توپھر قرآن میں
ہندورام اوتار کے لئے بشارت موجود ہونے کی دلیل کیوں نہ پیش کریں کیونکہ
قرآن میں لفظ روم آیا ہے۔

(۵-) یسعیاہ باب ۲۱ آیت ۷

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان لوگ اکثر حضرت محمد صاحب کی بشارت کی تلاش کے شوق میں کتاب مقدس کے مقامات کی عجیب وبے معنی تاویل کرتے ہیں۔ اگر پاک کتاب میں کہیں ان کو لفظ "تلوار" مل جاتاہے توبس پھر کیاہے ؟ حضرت محمد صاحب کی بشارت کا ایک غل مچ جاتاہے اسی طرح اگر لفظ اونٹ ان کو کہیں نظر پڑجاتا ہے تو اس پر بھی کہنے لگتے ہیں کہ آخرش ایک عربی شریعت دینے والے کی صریح پیشینگوئی مل گئی ۔ یسعیاہ نبی کے ۲۱ باب ۷آیت کی جوتاویل مسلمانوں نے کی ہے اسے دیکھ کرہم نے یہ باتیں لکھی ہیں اور جس غلطی کی ہم نے شکایت کی ہے اس کی یہ تاویل ایک عمدہ نظیر ہے۔ چنانچہ وہاں مرقوم ہے " اس نے سوار دیکھے جو دودو آتے تھے اور گدھوں پر اور اونٹوں پر سوار اوراس نے بڑے غور سے سنا۔" یہ سن کر تعجب ہوتاہے کہ چند مسلمان مصنفوں کو اس میں بھی بشارت محمدی معلوم ہوئی ہے اورہم کو بتایا جاتاہے کہ گدھوں پر سوار سے حضرت عیسیٰ مراد ہیں کیونکہ وہ ایک مرتبہ گدھے پر سوار ہوکر یروشلیم میں داخل ہوئے اور اس سے بھی عجیب تربات یہ ہے کہ اونٹوں پر سوار سے حضرت محمد صاحب مراد ہیں کیونکہ آپ اکثر اونٹ کی سواری کیا کرتے تھے۔ گویا کوئی اور سوائے حضرت محمد صاحب اونٹ پر سوار ہی نہیں ہوا اور نہ مسیح کے سوا اور کوئی گدھے پر سوار ہوکر کبھی یروشلیم میں داخل ہوا؟

کتابِ مقدس کی اس عبارت میں بابل کی بربادی کی پیشینگوئی ہے

عہد عتیق اور جدید میں حضرت محمد صاحب کی نسبت پیشینگوئی کے پتہ لگانے کی بہتیری کوششیں ہم نے دیکھی ہیں مگر یہ سب سے بڑھ کر مضحکہ خیز ہے ۔اس میں توذرا بھی عقل سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ اس تمام عبارت میں عربی نبی کی طرف اشارہ تک بھی پایا نہیں جاتا۔ اس بات کو غور سے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ اس میں بابل کی آنے والی تباہی کی پیشینگوئی ہے اورجب سوبرس بعد دارائے فارس نے اس پر قبضہ کیا تویہ نبوت پوری ہوئی۔ اگر مصنف موصوف اس باب کی ۹ویں آیت کو پڑھ لیتے توجو انہوں نے لکھاہے اس کے وہ ہرگز مجاز نہ تھے کیونکہ وہاں صاف طور سے بابل کا ذکرآیا ہے چنانچہ لکھاہے " اور دیکھ سپاہیوں کے غول اوران کےسوار دو دو کرکے آتے ہیں پھر اس نے یوں کہا کہ بابل گر پڑا گرپڑا۔" ایسے ایسے مقامات سے مسلمانوں کو نبوت ڈھونڈ کر نکالتے دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کو اپنے نبی کے لئے بشارت کی بڑی کمی محسوس ہورہی ہے۔

(۶-) یسعیاہ ۴۲ باب ۱ آیت

یسعیاہ کا ۴۲واں باب بھی اکثر حضرت محمد صاحب کی بشارت کی دلیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ پہلی آیت میں لکھاہے " دیکھو میرا خادم جس کو میں

سنبھالتاہوں ۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر ڈالی ۔ وہ قوموں ۔۔۔میں عدالت جاری کریگا۔

انجیل میں یہ عبارت سیدنا عیسیٰ مسیح کے لئے بتائی گئی ہے

ہم اس عبارتِ مذکورہ کی زیادہ تشریح کرکے ناظرین کا وقت ضائع نہ کرینگے اتناہی بتادینا کافی ہے کہ یہ بشارت صفائی کے ساتھ انجیل میں سیدنا عیسیٰ مسیح میں پوری ہوتی ہوئی ظاہر کی گئی ہے اورچونکہ خدا نے اپنے کلام کی خود تشریح کردی ہے اس لئے اس کے متعلق انسانی تصورات لے کر زیادہ بحث کرنا فضول ہے انجیل کی عبارت مذکورہ جس سے یسعیاہ کی اس نبوت کی تشریح ہوتی ہے وہ یہ ہے " اور اس نے (سیدنا عیسیٰ نے)ان کو تاکید کی کہ مجھے ظاہر نہ کرنا تاکہ جو یسعیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چنا۔ میرا پیارا جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں اپنا روح اس پر ڈالوں گا اور وہ غیر قوموں کو انصاف کی خبر دیگا۔"

یسعیاہ ۴۲واں باب ۱۱ویں آیت

اکثر اوقات مسلمان مذکورہ بالا باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یسعیاہ نبی کے بیالیسویں باب کے دوسرے حصہ میں ایک اور شخص کی صریح بشارت موجود ہے اور وہ حضرت محمد صاحب ہیں۔ خاص کر وہ اس باب کی گیارھویں آیت پیش کرتے ہیں جس میں لکھا ہے " بیابان اوراس کی بستیاں قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔" مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ اس آیت میں لفظ قیدار سے صریحاً عرب کے لوگ مراد ہیں اوراس لئے اس میں محمد صاحب کی بشارت پائی جاتی ہے۔

اس عبارت میں مسیح کی سلطنت کو پھیلانے کا بیان ہے

مذکورہ بالا اسلامی تاویل کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اس میں حضرت محمد صاحب کا بیان بالکل نہیں ہے بلکہ مسیح کی سلطنت کی وسعت کے تذکرہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ خدا کی مرضی ہے کہ ایک روز اہل قیدار بھی اس سلطنت کی خوشی میں شریک ہوں یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت محمد صاحب قبیلہ قیدار میں سے نہیں بلکہ قبیلہ قریش سے تھے اوراس لئے اس آیت میں حضرت محمد صاحب کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے۔ علاوہ بریں دسویں آیت میں لکھاہے " خداوند کے لئے ایک گیت گاؤ" لیکن اسلامی عبارت میں گانا بالکل منع ہے اس لئے عبارت زیر بحث سے اسلام مراد نہیں ہوسکتا حضرت محمد صاحب کا ایک مشہور قول یہ ہے کہ " الغنا ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الذرع" یعنی گیت گانا اسی طرح دل میں نفاق پیدا کرتاہے جس طرح پانی زراعت پیدا کرتا ہے۔ پھر یہ بات کیسے مان لی جائے کہ ایک ایسی

بشارت جس میں لوگوں کے اپنے منجی کے لئے گا کر خوش ہونے کا ذکر ہے بشارت محمدی ہے؟

(۷۔) حبقوق ۳ باب ۳آیت

عہد عتیق کا ایک اور مقام جو حضرت محمد صاحب کی بشارت کی دلیل میں مسلمان پیش کرتے ہیں وہ حبقوق نبی کی کتاب کے تیسرے باب کی تیسری آیت ہے جس میں یوں لکھا ہے" خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے۔"

تیمان مکہ سے جہاں حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے تھے پانچ سو میل کے فاصلہ پر ہے جنہوں نے کتاب مقدس کے قدیم جغرافیہ کا مطالعہ کیا ہے ان کو معلوم ہے تیمان فاران کے قریب تھا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ آخرالذکر مقام مکہ سے شمالی جانب کو ۵۰۰ میل کے فاصلہ پر تھا اور تیمان حقیقت میں ادومیوں کے ملک کا ایک حصہ تھا اور یہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے" ادوم کی بابت رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ کیا تیمان میں خرد مطلق نہ رہی" (یرمیاہ ۴۹ باب ۷آیت) اور پھر مرقوم ہے" اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ میں ادوم پر ہاتھ چلاؤنگا۔اس کے انسان اور حیوان کو نابود کرونگا اور تیمان سے لے کر اسے ویران کرونگا۔ (حزقیل ۲۵ باب ۱۳)۔ان حوالوں سے تیمان کا موقع صاف ظاہر ہے جو بحیرہ مردار سے کئی میل کے فاصلہ پر نہ ہوگا۔ اس میں حضرت محمد صاحب کا کوئی بھی ذکر نہیں ہے اب رہا ان الفاظ کے متعلق کہ" قدوس کوہ فاران سے (آیا)"سو پیشتر دکھا چکے ہیں کہ حضرت محمد صاحب کا تعلق فاران سے اتنا ہی تھی جتنا کہ ہندوستان سے کیونکہ یہ جگہ مکہ سے کم از کم پانچ سو میل دور تھی اور غالباً حضرت محمد صاحب کو اس کی خبر تک نہ تھی۔

اس آیت میں الہٰی وجود کا بیان ہے

اگرہم بڑے غور سے اس آیت زیر بحث کا مطالعہ کریں اور سلسلہ کی آیتوں کو ملا کر پڑھیں تو معلوم ہوجائیگا کہ اس میں کسی انسانی ذات کا بیان نہیں ہے بلکہ خود خدا کا ذکر ہے۔ یہ خدا تھا جو تیمان سے آیا اور وہ قدوس جو کوہِ فاران سے آیا۔ قرآن اور حدیثوں میں بہت سے مقامات ہیں جو حضرت محمد صاحب کی بے گناہی کے برخلاف گواہی دیتے ہیں پس حبقوق نبی کے صحیفے کی آیت مذکورہ کا بیان محمد صاحب کے لئے ہر گز نہیں ہوسکتا۔ اور نہ حضرت محمد صاحب کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ" اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا یا یہ کہ اس کی قدیم راہیں ہیں" (۱۶ویں آیت) غرضیکہ ساری عبارت کا موضوع خدا ہے اور اس آیت کو حضرت محمد صاحب کی بشارت بتانا سخت تعصب پر مبنی ہے۔

(۸۔) مرقس کی انجیل کا پہلا باب اور ساتویں آیت

مسلمان نہ صرف عہد عتیق میں حضرت محمد صاحب کی بشارتوں کے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں بلکہ وہ اسی طرح عہد جدید میں بھی بتاتے ہیں کہ

حضرت محمد صاحب کے حق میں پیشینگوئی صفائی سے درج ہے۔ اب ہم انجیل کے چند خاص ایسے مقامات پر غور کرینگے پہلی پیشنگوئی جس کا ہم مطالعہ کرینگے مرقس کی انجیل کے پہلے باب کی ساتویں آیت میں بتائی جاتی ہے جہاں لکھاہے" میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔" مسلمان کہتے ہیں کہ یہ ان الفاظ کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ نے صاف لفظوں میں سب سے آخری نبی اعظم محمد صاحب کے آنے کی بشارت دی ہے۔

یہ الفاظ یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ہیں جس نے مسیح کے حق میں گواہی دی

چند مسلمان مصنفوں کے دعویٰ مذکورہ کی اس چالبازی کی نظیر ملنا نہایت مشکل ہے کیونکہ یہ توایک لمحہ کے لئے بھی تسلیم کرنا محال ہے کہ جن مصنفوں نے آیت مذکورہ کو حضرت محمد صاحب کے لئے بتایا ہے انہوں نے اس مقام کی پوری عبارت کو نہیں پڑھا ہوگا ان کو اپنے مسلمان ناظرین کی لاعلمی کا پورا یقین ہے جس سے وہ فائدہ اٹھا کر ان کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اس آیت کے الفاظ مذکورہ کا قائل مسیح ہے اور مراد اس سے حضرت محمد صاحب ہیں۔ کیونکہ اصل عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت عیسیٰ کے نہیں بلکہ ان کا قائل یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے یعنی یحییٰ نبی ہے۔ چنانچہ چوتھی اور چھٹی آیتوں میں یوں مرقوم ہے " یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹکا اپنی کمر سے باندھے رہتا اور ٹڈیاں اور جنگلی شہد کھاتا تھا اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زورآور ہے میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔"

علاوہ بریں یوحنا نے یہ گواہی حضرت محمد صاحب کے لئے نہیں دی جو چھ سو برس بعد ہوئے بلکہ مسیح کے حق میں جوان کے درمیان زندہ موجود تھے۔ چنانچہ دوسرے مقام میں یوں لکھاہے " یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کاآنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں"(یوحنا ۱ باب ۲۶ ، ۲۷) اب اس عبارت مرقومہ سے شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ آیت زیر بحث کے الفاظ کاکہنے والا یوحنا بپتسمہ دینے والا ہے اور اس نے سیدنا عیسیٰ مسیح کے لئے ان الفاظ کو استعمال کیا اور کسی صورت میں بھی حضرت محمد صاحب کی طرف اس میں اشارہ نہیں پایا جاتا اور مسلمان مصنف سے اگر یہ دریافت کیا جائے کہ حضرت محمد صاحب نے روح القدس سے لوگوں کو کیونکر بپتسمہ دیا تو اسے جواب دینا نہایت مشکل ہوگا۔

(۹۔) یوحنا ۱ باب آیت ۱۹ س ۹ ۱ ۲ تک

ایک اورمقام جو اہل اسلام حضرت محمد صاحب کی بشارت کی دلیل میں پیش کرتے ہیں وہ یوحنا رسول کی انجیل کے پہلے باب کی ۱۹ ویں آیت سے ۲۱ ویں آیت تک ہے چنانچہ وہاں لکھاہے " اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے ؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں کیا تووہ نبی ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔"

مسلمان عام طور پر اس کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ یہاں تین نبیوں کا ذکر ہے یعنی مسیح ، ایلیاہ اورایک تیسرا غیر معروف نبی جس کے لئے " وہ نبی " کیا گیا ہے اور بڑے وثوق کے ساتھ وہ بتاتے ہیں کہ اس سے مراد نبی آخر الزماں حضرت محمد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہودی مسیح کے علاوہ ایک اور بڑے نبی کے منتظر تھے اورجب یوحنا نے انکار کیا کہ نہ میں مسیح ہوں اور نہ ایلیاہ توانہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ ضرور وہ نبی ہوگا دوسرے لفظوں میں وہ حضرت محمد کے منتظر تھے (بائبلے محمد۔ صفحہ ۲۸۔ ۳۲)۔

بد قسمتی سے ذی فہم لوگوں کو اس تاویل مذکورہ کے قبول کرنے میں چند مشکلات پیش آتی ہیں ۔ اول تو یہ غلط ہے کہ یہودی کسی ایسے نبی کے منتظر تھے جو مسیح کے بعد آئیگا اور نہ اس اعتقاد کا کتاب مقدس میں کہیں نام ونشان ہے۔

یہودی مسیح کے ایک پیشرو کے منتظر تھے ان کو اس کے کسی جانشین کا انتظار نہ تھا

علاوہ بریں یہ بیان یہ بیان کہ وہ مسیح کے بعد کسی نبی کے منتظر تھے اس سوال کے خلاف ہے جو انہوں نے یوحنا سے کیا کیونکہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یوحنا سے سوال کرنے والوں کی رائے میں مسیح خود اس وقت تک نہیں آیا تھا اس لئے یہودیوں کا یوحنا سے یہ پوچھنا کہ کیا تو وہ نبی ہے جو مسیح کے بعد آنے والا ہے بڑی بے وقوفی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہودی مسیح کی آمد سے پیشتر نبیوں کا انتظار کررہے تھے بہت سے لوگ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ استثنا کے اٹھارھویں باب میں جس نبی کی بشارت ہے اس سے خود مسیح مراد ہے۔ بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی مانند وہ بھی مسیح کے نقیبوں میں سے کوئی ہے چنانچہ یہ بات انجیل کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے " پس بھیڑمیں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک وہ نبی ہے اوروں نے کہا یہ مسیح ہے"(یوحنا ۷ باب ۴۰)غرضیکہ یہودیوں کے پیش نظر جوسوال تھا وہ یہ تھا کہ یوحنا مسیح ہے یا مسیح کے نقیبوں میں سے ایک نقیب۔ مسیح کے بعد کسی نبی کے آنے کا سوال اس وقت تک نہیں اٹھ سکتا جب تک مسیح خود نہ آجائے۔ ایک دوسرے

مقام سے پتہ لگتا ہے کہ بعضوں کا خیال تھا کہ یرمیاہ یا کوئی اور نبی مسیح کے پیشرو کی حیثیت سے پھر ظاہر ہوگا چنانچہ لکھاہے"جب یسوع قیصریہ فلپی کے علاقہ میں آیا۔ تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا کہ لوگ ابن آدم کو کیاکہتے ہیں ؟ انہوں نے کہا بعض یوحنا بپتسمہ دینے والاکہتے ہیں۔ بعض ایلیاہ یرمیاہ یا نبیوں میں سے کوئی " (متی ۱۶ باب ۱۳ ، ۱۴) ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس سارے مسئلہ پر یہودیوں کا خیال کس قدر غیر واضح اور غیر قابلاعتبار تھا اوراس لئے یہ بات مدِ نظر رکھ کر کہ انہی یہودیوں نے یسوع کو نہ پہچانا اوراسے مسیح تسلیم کرنا تو درکنار خدا کا نبی بھی اس کو نہیں مانا بلکہ اس کا انکار کیا اور آخر کار اسے مار ڈالا کوئی تعجب نہیں کہ انہوں نے صحیفے سمجھنے میں غلطی کی اور یہ بھی سمجھے کہ وہ نبی جس کی بشارت موسیٰ نے دی وہ مسیح کے سوا کوئی اور ہے۔

کتاب مقدس سے پتہ لگتا ہے کہ بعض یہودی زیادہ صاف دل تھے اور بعد میں جب انہوں نے سیدنا مسیح کے معجزے دیکھے تو ان کو مجبوراً اپنی غلطی کااعتراف کرنا پڑا اوران کوماننا پڑاکہ " وہ نبی " یہی ہے۔ چنانچہ لکھاہے کہ " پس جو معجزہ اس نے دکھایا وہ لوگ اسے دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے" (یوحنا ۶ باب ۱۴)۔

مسیح اور وہ نبی سے ایک ہی شخص مراد ہے۔

اگر اس بات کے ثبوت کی اور ضرورت ہے کہ مسیح اور وہ نبی سے ایک ہی شخص مراد ہے تو یہ پطرس رسول کے ان الفاظ سے بالکل واضح ہے جو اس نے خدا کی طرف سے کہے اور جن سے اس نے ان کا ایک ہی شخص کے لئے ہونا ظاہر کیا اور وہ الفاظ یہ ہیں" چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنیگا وہ امت میں سے نیست ونابود کردیا جائیگا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا ان سب نے ان دنوں کی خبردی ہے۔-------۔ خدانے اپنے خادم کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہرایک کو اس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے"(اعمال ۳باب ۳۲آیت سے ۳۶)۔

اب ان مذکورہ بالا باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کے زمانہ کے یہودیوں کی طرح آج کل کے مسلمان بھی مسیح اورموسیٰ کی بشارت کے اس نبی سے دو مختلف اشخاص مراد لے کر بڑی غلطی پر ہیں۔ پاک صحیفوں سے صاف ظاہر ہے کہ ان سے ایک ہی شخص کی ذات مراد ہے۔ اس لئے یہ اختراع کہ اس میں حضرت محمد صاحب کی بشارت ہے بالکل لایعنی ہے۔

(۱۰-) یوحنا کا ۱۴ ، ۱۵ ،و۱۶ باب

اب ہم کتاب مقدس کی ان عبارتوں پر پہنچے ہیں جو پیروان اسلام بہت ہی زیادہ حضرت محمد صاحب کی بشارت کی سند میں پیش کرتے ہیں۔ ہماری مراد یوحنا ۱۴ ، ۱۵ ، ۱۶ باب کی ان آیتوں سے ہے جن میں " پارقلیط" کا لفظ آیا ہے جس کا ترجمہ تسلی دینے والاہے۔ وکیل اورمددگار ہے۔ جو

آیتیں مسلمان حضرت محمد صاحب کی بشارت میں پیش کرتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

"اور میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتاہے اور تمہارے اندر ہوگا"(یوحنا ۱۴ باب آیت ۱۶ سے ۱۷)۔لیکن مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجگا وہی تمہیں سب باتیں سکھائیگا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائیگا (یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۶) "لیکن جب وہ مددگار آئیگا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجونگا یعنی روحِ حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دیگا"(یوحنا ۱۵ باب آیت ۲۶)" لیکن جب وہ یعنی روح حق آئیگا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو کچھ سنیگا وہی کہیگا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا"(یوحنا ۱۶ باب آیت ۱۳)۔

انجیل کی مذکورہ بالا آیتیں مسلمان مصنفوں کے بیان کے مطابق پیغمبر آخر الزمان نبی اعظم حضرت محمد صاحب کے لئے بشارتیں ہیں جو خدا کے عرش کے حضور لوگوں کے لئے شفاعت کرنے کے سبب سے تسلی دینے والا یا صلح کرانے والا ہوگیا ہے۔صرف انہی کی ذات میں سیدنا مسیح کی یہ بشارتیں پوری ہوتی ہیں اور ان کا نام یونانی لفظ پاراقلیطاس سے ملتا جلتا ہے۔

یہ دعویٰ بار بار ایسے زور سے پیش کیا گیاہے کہ بعض کم فہم لوگوں نے یقین کرلیاہے کہ اس دعوے کی بنیاد واقعی پاک نوشتوں کی تحریر ہے۔ اس سوال پر ہم دیگر آیات سے زیادہ تفصیل کے ساتھ غور کرینگے ۔" بائبلے محمد "کا مصنف یہ حجت پیش کرتاہے کہ یوحنا کے ان مقامات کی مسیحی تفسیر اگر درست ہے اور اگر واقعی مسیحی کلیسیا کی تعلیم کے لئے روح پاک دی گئی ہے تو مسیحیوں میں پھر جنگ کا نام تک نہ ہوتا اوران میں فرقہ بندی نہ پائی جاتی اور پھر بلا کسی شک وشبہ کے یہ مصنف بتاتا ہے کہ یہ پاراقلیط معہود خود محمد صاحب ہی ہیں۔ لیکن اب وہ نہیں بتاتا کہ پھر مسلمان آپس میں کیوں جنگ کرتے ہیں اور شیعہ اور سنی آپس میں ایک دوسرے پر کیوں تبرا کہتے اور لعنت بھیجتے ہیں ؟اگر اس مصنف کے بیان کے مطابق پاراقلیط معہود کا یہ منصب ہے کہ ان باتوں سے اپنے لوگوں کو بچائے توآنحضرت کیوں اس میں ناکامیاب رہے ؟ اورخود انہوں نے کیوں پیشینگوئی کی کہ اسلام میں تہتر فرقے ہوجائینگے جن میں ایک کے سوا تمام دوزخی ہوں گے۔ اس کاجواب صرف یہی ہے کہ معترض کی دلیل بالکل غلط ہے ۔خدا نے زبردستی لوگوں کو ایک ہی عقیدے پر رکھنے کا وعدہ نہیں کیا اور نہ اس نے یہ کہا ہے کہ میری روح مسیحی کلیسیا کے نام نہاد مسیحیوں کی خواہشات کو دور کردیگی سوال واقعی یہ ہے کہ کیامذکورہ بالاآیتوں کی صحیح اور راست تاویل کرنے سے حضرت محمد صاحب کی بشارت ان میں پائی جاتی ہے یا نہیں اوراب ہم اس سوال کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۱۔) پاراقلیط الہیٰ روح ہے

پہلی بات جو ہم دکھانا چاہتے ہیں اس میں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں صرف آیت کو پڑھنے سے ہی یہ مطلب صاف ہوجاتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ یہ پاراقلیط معہود" روحِ حق " (یوحنا ۱۴ باب ۱۷)اور "روح القدس" (یوحنا ۱۴ باب ۲۶ آیت)۔

اب ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ کوئی بشر نہیں بلکہ الہیٰ روح ہے اور حضرت محمد صاحب نے کبھی الہیٰ روح ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ وہ اپنی انسانیت کا ہمیشہ بار بار اعتراف کرتے رہے چنانچہ اس قسم کا فقرہ اکثر قرآن میں ملتا ہے هل كنت الابشر يعني میں کون ہوں مگر ایک انسان ۔

(۲۔) پاراقلیط ابد تک رہیگا

ان الفاظ سے یہ بات اور بھی تقویت پاتی ہے کہ یہ پاراقلیط جس کا وعدہ ہے انسان سے کہیں افضل ہے "وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"(یوحنا ۱۴ باب ۱۶)۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ بات حضرت محمد صاحب کے لئے کیونکر سچی ہوسکتی ہے جومدینہ میں مدفون ہیں۔ کیا حضرت محمد صاحب نے اُحد کے میدان میں اپنے لوگوں کو یہ کہہ کرتنبیہ نہیں کی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ یعنی محمد توایک رسول ہے۔ ہوچکے اس سے پہلے بہت سے رسول توپھر کیا اگروہ مرگیا یامارا گیا تو الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ؟(آل عمران آیت ۱۴۴)۔

(۳۔) پاراقلیط دکھائی نہیں دیگا

اب ایک اور بات اس روح معہود کے متعلق یہ ہے کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے نہاں ہوگا چنانچہ لکھاہے کہ وہ ایک روح ہے " جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی ۔ کیونکہ نہ اسے دیکھتی اورجانتی ہے" (یوحنا ۱۴ باب ۱۷)۔ اس قسم کے الفاظ حضرت محمد صاحب کے لئے استعمال نہیں ہوسکتے اور نہ ہی کسی انسان کی نسبت یہ باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ یہ صرف اس روحِ الہیٰ پر ہے صادق آتی ہیں جس کے متعلق کلامِ الہیٰ سکھاتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ مسیح کے وعدہ کے مطابق وہ بھیجا گیا۔

(۴۔) پاراقلیط لوگوں کے دلوں میں سکونت کرے گا

پھر یوں مرقوم ہے کہ پاراقلیط روحانی طور سے لوگوں کے دلوں میں رہیگا۔ چنانچہ لکھاہے کہ " وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہوگا"(یوحنا ۱۴ باب ۱۷) اب یہ بتانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ میں قسم کے الفاظ حضرت محمد صاحب کے لئے استعمال کرنا بالکل غیر ممکن ہے۔

(۵-) پارا قلیط مسیح کے رسولوں کے زمانہِ حیات میں نازل ہوا

اعما ل کی کتاب کے پہلے باب کی چوتھی اور پانچویں آیتوں میں لکھاہے کہ پارا قلیط معہود چھ سو برس بعد دُور ملک عربستان میں نہیں بلکہ خود انہی شاگردوں پر جن سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد یروشلیم میں نازل ہوگا۔ "چنانچہ لکھاہے" ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلیم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا۔ مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے ۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاگردوں کو مسیح کے وعدہ کے پورا ہونے کا انتظار کرنا تھا اور اس کے پورا ہونے کے بعد ہی وہ تمام دنیا میں انجیل کی منادی کے بڑے حکم کی تعمیل کرسکتے تھے۔ یہ بھی لکھاہے کہ سیدنا مسیح نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر شاگردوں کو اکٹھے کرکے کہا۔" دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کرونگا لیکن جب تک عالم بالا پر سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو"(لوقا ۲۴ باب ۴۹) مسیح کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ پارا قلیط ان کے زمانہ حیات میں نازل ہونے کو تھا جن سے مسیح مخاطب ہوا اور یہ سب سے پہلے یروشلیم میں ہوا۔ انجیل کے الفاظ سے یہ بالکل واضح ہے اور صرف وہی جن کو تعصب نے اندھا کر رکھاہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان میں حضرت محمد صاحب کی بشارت ہے

(٦-) پارا قلیط آئندہ کی خبریں دے گا

یوحنا کی انجیل کے ١٦ باب کی ۱۳ آیت سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عیسیٰ مسیح نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ وہ روحِ معہود " تم کوآئندہ کی خبریں دیگا"لیکن ہر شخص جو قرآن سے واقف ہے جانتا ہے کہ حضرت محمد صاحب آئندہ کی باتوں سے بالکل بے خبر تھے۔چنانچہ سورۃ الاحقاف کی دسویں آیت میں لکھا ہے وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ کیا کیا جائیگا میرے اور تمہارے ساتھ۔ پھر سورۃ الانعام کی ۵۰ آیت میں ہے قُل لاَّ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللّهِ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے اور نہ یہ کہ میں جانتا ہوں چھپی ہوئی باتیں۔ اب اس روح کا بیان جو مسیحی کلیسیا کی تعلیم کے لئے بخشا گیا تھا کیسا مختلف ہے اس روح کی بابت ہم پڑھتے ہیں کہ پولوس رسول افسس کی کلیسیا کے بزرگوں سے خطاب کرکے کہتا ہے" روح القدس" ہر شہر میں گواہی دے دے کر مجھ سے کہتا ہے کہ قید اور مصیبتیں میرے لئے تیار ہیں۔"

پھر دوسرے مقام پر لکھاہے" اگبس نام ایک نبی یہودیہ سے آیا اس نےہمارے پاس آکر پولوس کا کمر بند لیا اور اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر کہا کہ روح

القدس یوں فرماتا ہے کہ جس شخص کا یہ کمر بند ہے اس کو یہودی یروشلیم میں اسی طرح باندھیں گے اور غیر قوموں کے ہاتھ میں حوالہ کرینگے " (اعمال ۲۱ باب ۱۰، ۱۱)۔

یہ پیشینگوئیاں چند دنوں بعد حرف بحرف پوری ہوئیں اور یوں صفائی سے ظاہر کیا کہ سیدنا عیسیٰ مسیح نے جس " روح " کا وعدہ اپنے شاگردوں سے کیا تھا نازل ہوا اور وعدہ کے مطابق اس نے آنے والی باتوں کی خبر دی۔

(۷۔) پارا قلیط کے آنے کاواقعہ اعمال کے دوسرے باب میں مرقوم ہے

اعمال کے دوسرے باب میں ہم پڑھتے ہیں کہ مسیح کے وعدہ کے مطابق روح القدس کے نزول کاواقعہ وہاں مرقوم ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ خاص مسیح کے شاگردوں پر روح کا نزول ہونے کو تھا اور پھر اعمال کے پہلے باب میں لکھاہے کہ روح پاک کی یہ آمد بڑی طاقت اور قدرت کے ساتھ ہونے کو تھی۔ مسیحی نے ان سے کہا تھا " جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے "(۸آیت) اس پیشینگوئی کے مطابق چند دنوں کے بعد جب شاگرد ایک خاص مقام پر جمع تھے تو یکایک " سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی" (اعمال ۲ باب ۴) اور یوں یہ بڑا وعدہ پورا ہوا اور شاگرد اس نئی طاقت سے معمور ہو کر ہر جگہ زندگی کے کلام کی منادی کرنے کو نکلے اور" ہر شخص پر خوف چھا گیا اور بہت سے عجیب کام اور نشان رسولوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے تھے "(اعمال ۲ باب ۴۳)۔

پس عیاں ہے کہ یہ تھا روح القدس کا وعدہ جسے یوحنا نے ظاہر کیا اور یوں یہ وعدہ پورا ہوا جسے لوقا نے تحریر کیا۔ اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اس پیشینگوئی کو حضرت محمد صاحب کی بشارت بتانا جو جسم اور خون میں ایک انسان تھے اور جن کو ہزاروں نے دیکھا اور جو ملک عرب میں وقت معہود سے چھ سو برس بعد پیدا ہوئے بالکل ناممکن ہے۔

(۸۔) یوحنا چودہ باب ۳۰ آیت

اس رسالہ کو ختم کرنے سے پیشتر ایک اور بشارت پر ہم غور کرینگے ۔ یہ یوحنا کے چودہ باب کی ۳۰ویں آیت میں ہے جہاں پر لکھا ہے "دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں" بہتیرے مسلمان مصنفوں نے یہ حوالہ حضرت محمد صاحب کی بشارت میں پیش کیا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہاہے کہ کتاب مقدس کی سب سے عمدہ تفسیر خود کتاب مقدس ہے اور اس آیت زیر بحث پر یہ بات خوب صادق آتی ہے اگر ہم ناظرین کو کتاب مقدس کے وہ مقامات بتادیں جہاں دنیا کے سردار کا ذکر آیا ہے تو ان کو فوراً معلوم ہوجائیگا کہ یہ خطاب پیغمبر عرب محمد صاحب کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ شیطان کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ چنانچہ یوحنا کے بارھویں باب کی ۳۱آیت میں لکھاہے " اب دنیا کا سردار نکال دیا جائیگا

"اور پھر یوحنا کے ۱۶ باب کی ۱۱ آیت میں ہے "دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے" اور دوسرے کرنتھیوں کے ۴ باب کی ۴ آیت میں مرقوم ہے " ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے سردار نے اندھا کردیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی خوشخبری کی روشنی ان پر پڑے" اور پھر افسیوں کے دوسرے باب کی پہلی دوسری آیتوں میں یوں آیا ہے " اس نے تمہیں بھی زندہ کیا۔ جب اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب سے مردہ تھے جن میں تم پیشتر دنیا کی روش پر چلتے تھے اورہوا کی عملداری کے حاکم یعنی اس روح کی پیروی کرتے تھے جو اب نافرمانی کے فرزندوں میں تاثیر کرتی ہے"اب ان مقامات پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اور بلا کسی شک وشبہ کے ان سے صاف ظاہر ہے کہ جہان کے سردار سے شیطان کے سوا اور کوئی مراد نہیں ہے۔ یوں اس آیت مذکورہ کو حضرت محمد صاحب کی بشارت کی سند میں پیش کرکے مسلمان نہایت ہی سخت غلطی میں پڑے اور بڑی صفائی کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ کتاب مقدس کی کسی ایک عبارت کو اس کے سلسلہ سے الگ لے کر اس سے مطابقت رکھنے والی آیتوں سے قطع نظر کرکے کسی قسم کی تاویل کرنا فہیم لوگوں میں مضحکہ اڑانا ہے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح آخری پیغمبر ہیں

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص کتاب مقدس کا مطالعہ غور سے کریگا اس پر نہایت صفائی سے واضح ہوجائیگا کہ مسیح کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اس نے خود فرمایا ہے " آسمان اور زمین ٹل جائینگے لیکن میری باتیں نہ ٹلیں گی۔" (مرقس باب ۱۳: ۳۱) اس نے اپنے شاگردوں سے کہا " اور بادشاہی کی اس خوشخبری کی منادی تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو اور تب خاتمہ ہوگا (متی باب ۲۴: ۱۴ آیت) اس لئے جب تک انجیل یعنی مسیحی مذہب کی منادی واقعی تمام دنیا میں نہ ہولے اس وقت تک خدا کی طرف سے کوئی اورطریق مسیحیت کو منسوخ کرنے کے لئے نہیں آئیگا۔ علاوہ بریں جبرائیل فرشتہ نے جب کنواری مریم کو سیدنا عیسیٰ مسیح کی پیدائش کی خبردی توخدا کا یہ پیغام پہنچایا" اس کی (یعنی مسیح کی) بادشاہی کا آخر نہ ہوگا"(لوقا باب ۱ آیت ۳۳)۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان باتوں پر غور کریں اوران کو پتہ لگ جائے گا کہ سیدنا عیسیٰ مسیح آخری نبی ہیں۔ اور یہ کہ ان کے سوا "آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلے سے ہم نجات پاسکیں "(اعمال باب ۴ آیت ۱۲)۔